

حالات و واقعات

مولانا حافظ محمد یوسف

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف، الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ

حضرت شیخ الحدیث کے اساتذہ کا اجمالی تعارف

[مصنف کی زیر تالیف کتاب ”شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر: حیات و خدمات“ کا ایک باب]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر پر منع حقیقی کا یہ خصوصی فضل و انعام تھا کہ ان کو اپنے وقت کی بلند پایہ اور گرانمایہ علمی شخصیتوں کے خرم علم سے خوش چینی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو جن اصحاب فضل و کمال کے دامن فضل سے وابستگی اور سرچشمہ علم و فن سے کسب فیض اور اکتساب علم کا شرف حاصل ہوا، ان میں سے اکثر اس زمانہ کے عبقری اور علم و فن کی آبروتھے۔ ان اصحاب علم و کمال کے بارے میں کچھ لکھنا بلا مبالغہ سورج کا تعارف کرانے کے مترادف ہوگا، مگر چونکہ صاحب سوانح کی سوانح حیات اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ نہ ہو جن کے فیوض تعلیم و تربیت نے صاحب سوانح کی صلاحیتوں کو جلا بخشی، اس لیے ہم ذیل کی سطور میں آپ کے اساتذہ گرامی کا اجمالی ذکر کر رہے ہیں۔

شیخ العرب والجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۱۹ اشوال المکرم ۱۲۹۶ھ کو موضع الہداد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب (خلیفہ خاص حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام چراغ محمد اور آپ حسینی سید ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم محل تک اپنے والد گرامی کے پاس ہی حاصل کی۔ قرآن کریم اور ابتدائی فارسی کی تعلیم والد محترم کے علاوہ والدہ محترمہ سے بھی حاصل کی۔ مالٹا کی اسارت میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ تیرہ برس کی عمر کو پہنچے تو آپ نے ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی مکمل تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب اور شفیق استاذ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی زیر نگرانی دارالعلوم دیوبند میں ہی حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ حضرت شیخ الہندؒ دورہ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے، لیکن آپ کو ہونہار پانچ کرائی کتابیں بھی خود پڑھائیں۔ آپ نے سترہ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶ کتابیں ساڑھے چھ سال میں مکمل فرمائیں۔ آپ نے ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی جبکہ ابھی چند خارج از درس کتب، طب، ادب، ہیئت میں باقی رہ گئیں تھیں کہ آپ کے والد محترم نے مدینہ منورہ کی طرف عزم ہجرت کیا تو آپ بھی مع والدین و برادران

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۰) اپریل ۲۰۰۹ _____

مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے اور باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب حضرت مولانا شیخ آفندی عبد الجلیل برادہ سے پڑھیں۔ جس وقت آپ کے استاذ مکرم حضرت شیخ الہند آپ کو مدینہ منورہ رخصت کر رہے تھے تو یہ نصیحت فرمائی کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا، چاہے ایک دو ہی طالب علم ہوں۔ ہونہار شاگرد زندگی بھر، سفر ہو یا حضر، اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ ۱۳۱۶ھ سے ۱۳۳۱ھ تک جب آپ کا زیادہ وقت مدینہ طیبہ میں بسر ہوا تھا اس دوران آپ کی زبان فیض ترجمان سے قال اللہ وقال الرسول کا دل نشیں نغمہ مسلسل گونجتا رہا۔ عرب کی حدود سے باہر آپ ممالک غیر میں بھی شیخ حرم نبوی مشہور ہو گئے۔ ۱۹۲۷ء دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث و صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ امر وہ، کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مدرسہ عالیہ اور سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں بھی علم و عرفان کے موتی بکھیرتے رہے۔

سلوک و تقویٰ میں بھی آپ شیخ کامل تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں آپ آستانہ عالیہ رشیدیہ میں قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی بابرکت مجالس میں بھی روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ حضرت گنگوہی نے آپ کو خلافت کی خلعت سے نوازا اور اپنے دست مبارک سے دستار خلافت آپ کے سر پر باندھی۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت مدنی اس زمانہ میں اولیاء اللہ کے امام ہیں“۔

آپ تدریسی، روحانی، ملی اور سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں: (۱) نقش حیات، دو جلدیں (۲) مکتوبات شیخ الاسلام، چار جلدیں (۳) الشہاب الثاقب (۴) تعلیمی ہند (۵) اسیر مالٹا (۶) متحدہ قومیت اور اسلام (۷) ایمان و عمل (۸) مودودی دستور و عقائد کی حقیقت (۹) سلاسل طیبہ (۱۰) کشف حقیقت (۱۱) خطبات صدارت۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے بعد دارالعلوم دیوبند کی علمی و عملی فضا حضرت مدنی کے ہی دم قدم سے قائم رہی تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ نے جس ہمت و استقلال، ایثار و قربانی اور جرأت و شجاعت سے دین اور ملک و ملت کی خدمت کی، حضرت شیخ الہند کے بعد اس کی نظیر آخری دور میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے زندگی بھر تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و تبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مبارک سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء کو آخری سبق بخاری شریف جلد اول پڑھایا اور ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو علم و عمل، زہد و تقویٰ اور رشد و ہدایت کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔

حضرت مدنی، حضرت شیخ الحدیث کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔ جب آپ اپنے برادر عزیز شیخ الحدیث و انفسیر حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی کے ہمراہ ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اس وقت شیخ العرب والعمم مرکز علم دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث و صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اس منصب عظیمہ پر متمکن ہونے سے قبل آپ مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور مشرقی پاکستان میں علم و فن کی تمام دینی کتب پڑھا چکے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے ۱۳۶۰ھ اور ۱۳۶۱ھ کا اکثر حصہ آپ کی زیر نگرانی دارالعلوم کی روح پرور فضا میں گزارا۔ شیخ العرب والعمم سے بخاری شریف اور ترمذی شریف جلد اول پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مدنی صبح کے وقت دو گھنٹے ترمذی شریف (اول) اور ایک گھنٹہ بخاری شریف (اول) پڑھاتے اور رات کے وقت بخاری شریف جلد ثانی پڑھاتے تھے۔

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۱) اپریل ۲۰۰۹ _____

دوران سبق شرکا کو کیسا عجیب روحانی ماحول نصیب ہوتا تھا، اس کی ایک جھلک آپ کے ہونہار شاگرد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سوانحی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں: ”دوران سبق شرکا کو ایسا عجیب روحانی ماحول نصیب ہوتا تھا کہ ہر شریک درس کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ کاش یہ مجلس دراز سے دراز ہوتی جائے ہم کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ہمارے قلوب زنجیروں کے ساتھ عالم بالا میں جکڑے ہوئے ہیں۔“ دوران سبق حضرت مدنی کا طلبہ کے ساتھ رویہ کیسا ہوتا تھا، اس کی ایک جھلک بھی حضرت صوفی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: ”جو طلبا شریک درس ہوتے، اپنے سوالات اور شکوک و شبہات لکھ کر حضرت مدنی کی خدمت میں بھیجتے، آپ ایک ایک پرچی پڑھ کر انتہائی تحمل، بردباری اور شفقتانہ انداز میں جواب مرحمت فرماتے کسی کے سوال سے تو کیا بلکہ کسی معترض کی تلخ کلامی یا غلط تحریر پڑھ کر کبھی ناراض نہ ہوتے تھے۔“

حضرت مدنی نے اپنے قابل فخر تلامذہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم اور حضرت صوفی صاحب کی علمی لیاقت پر اعتماد فرماتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی سند کے علاوہ اپنی طرف سے اپنے دونوں مایہ ناز تلامذہ کو خصوصی سند عطا فرمائی جس کا عکس قارئین کتاب کے آئندہ صفحات میں دیکھ سکیں گے۔ حضرت شیخ، حضرت مدنی کے ذوق تدریس کا یہ واقعہ اکثر طلباء کے سامنے بیان فرماتے تھے: ”ہمارے استاذ محترم شیخ العرب والحم مولانا حسین احمد انگریز کے دور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے، چنانچہ ایک مرتبہ دوران اسارت مراد آباد جیل میں حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت قاری صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مدنی جیل میں قیدیوں کو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب نے دل لگی اور ازراہ مزاح کہا، حضرت آپ نے تو خوب ترقی کی ہے کہ بخاری شریف پڑھاتے پڑھاتے تعلیم الاسلام پڑھانی شروع کر دی ہے۔ حضرت مدنی نے جواب دیا، بھائی! کام جو پڑھانا ہوا، دارالعلوم دیوبند میں بخاری و ترمذی پڑھنے والے تھے، ان کو بخاری و ترمذی پڑھاتا تھا اور یہاں مراد آباد جیل میں تعلیم الاسلام پڑھنے والے ہیں، چنانچہ ان کو تعلیم الاسلام پڑھاتا ہوں۔“

قدرت نے حضرت مدنی کے ذوق درس و تدریس کا ایک وافر حصہ آپ کے قابل فخر تلمیذ حضرت شیخ کو بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ نے بھی دوران قید ملتان جیل میں درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ آپ جیل میں قید علما کو شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے علاوہ علم الکلام کی مشہور کتاب ”شرح عقائد“ اور اصول حدیث کی کتاب ”نخبۃ الفکر“ پڑھاتے رہے جس کی تفصیل قارئین ”حضرت شیخ کے ذوق تدریس“ کے عنوان سے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اگر کسی طالب علم کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کی کلاس میں اونگھ یا نیند آجاتی تو آپ حضرت مدنی کے ان الفاظ کے ساتھ طالب علم کو بیدار کرتے: ”ہمارے استاذ محترم حضرت مدنی فرمایا کرتے تھے، نیند کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور ایک نیند شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر دوران جنگ مسلمان مجاہد کو نیند آجائے تو یہ نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور مجاہد کے لیے سکون و آرام کا قدرتی ذریعہ ہوتی ہے، لیکن اگر دوران سبق طالب علم کو نیند آجائے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے جس کا مقصد طالب علم کو غفلت میں ڈالنا ہوتا ہے۔“

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی

حضرت بلیاویؒ ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فارسی اور عربی کی

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۲) اپریل ۲۰۰۹ _____

ابتدائی تعلیم جو پنور میں مشہور طبیب مولانا حکیم جمیل الدین گینوئی سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خان تلمیذ خاص مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں۔ دینیات کی تعلیم کے لیے مولانا عبدالغفار صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ کیا جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں مرکز علم دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ہدایہ اور جلالین اور مختلف کتب پڑھتے رہے۔ پھر حضرت بلیاویؒ کی حیات مبارکہ میں وہ دن بھی آیا جب ۱۳۲۷ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ دینی علوم و فنون کی تحصیل کے بعد آپ زندگی بھر درس و تدریس کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ آپ کے درس و تدریس کی مدت ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ساٹھ سال بنتی ہے۔ آپ نے مختلف مقامات مدرسہ عالیہ (فتح پور) عمری ضلع مراد آباد، مدرسہ دارالعلوم (اعظم گڑھ)، مدرسہ امدادیہ (بہار)، جامعہ اسلامیہ (ڈابھیل)، کوہاٹ ہزاری ضلع چانگام میں طلبہ علوم اسلامیہ کے قلوب کو زندگی بھر دینی علوم سے منور کرتے رہے۔ (فجرہ احسن الجراء) بالآخر آپ اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں تشریف لے آئے۔ ۱۳۷۷ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے بعد آپ دارالعلوم کی سند صدارت پر فائز ہوئے اور تادم واپسی اس پر متمکن رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اپنے استاذ گرامی کے دینی علوم و معارف پھیلا رہے ہیں۔

حضرت بلیاویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسنؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ خاص بھی تھے۔ آپ کے اوصاف و کمالات کے متعلق محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت مولانا بلیاویؒ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محقق عالم اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ درسیات کی مشکل ترین کتابوں کے اعلیٰ ترین مدرس اور استاذ تھے۔ اپنی حیات طیبہ کا بہت حصہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس و تعلیم میں ہی صرف کیا اور پورے ساٹھ برس تک تدریس علوم دینیہ کی خدمت انجام دی۔ ذکاوت، قوت حافظہ اور حسن تعبیر میں خصوصاً معقول و منقول کی مشکلات کے حل کرنے میں کیتاے روزگار تھے اور ہندوپاک کے تقریباً تمام علما کے بلا واسطہ یا بالواسطہ استاذ تھے اور اپنے علمی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدمائے سلف کی یادگار تھے۔“

بہر حال آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزری۔ آخری عمر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آسکی اور صحت خراب ہوتی چلی گئی۔ آخر کار ۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء بروز چہار شنبہ عالم آخرت کو تشریف لے گئے۔ قبرستان قاسمی دیوبند میں محو آرام ہیں۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ حضرات شیخین (حضرت شیخ الحدیث صاحب و حضرت صوفی صاحب) کے ممتاز اساتذہ میں ہیں۔ دونوں بھائیوں نے مرکز علم و عرفان، دارالعلوم دیوبند میں حضرت بلیاویؒ سے مسلم شریف (کامل) پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب برکاتہم دوران تدریس اپنے اسباق میں اکثر ان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم بلیاویؒ کے علاوہ حضرات شیخین نے صحاح ستہ میں شامل مشہور کتاب ”نسائی شریف“ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گل سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی جب کہ ابن ماجہ تین ممتاز اصحاب علم حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب مرحوم، حضرت مولانا عبدالشکور فرنگی محلی اور مولانا ابوالوفاء شاجہا پنوری سے پڑھی۔

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۳) اپریل ۲۰۰۹ _____

شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب امر وہی

آپ کا آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں مشہور قصبہ امر وہ ہے۔ آپ یکم محرم الحرام ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے قریب ہندوستان کے مشہور شہر ہدایوں میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد بسلسلہ ملازمت رہائش پذیر تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے والد محترم ہدایوں سے شاہ جہاں پور آگئے جہاں آپ نے میاں قطب الدین صاحب سے بیس پارے ناظرہ قرآن حکیم پڑھا۔ بعد میں حضرت قاری شرف الدین صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ نے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، پھر مولانا مقصود علی خان صاحب سے بعض کتب فارسیہ اور میزان الصرف سے شرح جامی تک کتابیں پڑھیں۔ پھر شاہجہانپور کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہو کر مولانا شبیر احمد مراد آبادی، مولانا عبدالحق کابلی اور مولانا کفایت اللہ دہلوی کے پاس تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا کفایت اللہ دہلوی کے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ہدایہ اولین و میر قطبی اور دیگر کتب پڑھ کر دوسرے سال اپنی ہمیشہ سے ملاقات کے لیے میرٹھ تشریف لے گئے۔ مولانا عاشق الہی میرٹھ کے اصرار پر میرٹھ ہی میں چار سال تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد مرکز علم دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ہدایہ اخیرین، بیضاوی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کتابیں حضرت شیخ الحدیث کے پاس پڑھیں۔ فنون کی بعض کتابیں مولانا رسول خان ہزاروی سے جبکہ ادب کی کتابیں حضرت مولانا سید معز الدین صاحب سے پڑھیں۔ فتویٰ نویسی کا فن حضرت مولانا اعجاز الرحمن صاحب عثمانی سے سیکھا۔

۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت تعلیم کے آپ کم و بیش (۵۴) سال مسند تدریس پر متمکن رہے۔ آپ مدرسہ نعمانیہ بھاگل پور میں سات سال، مدرسہ افضل المدارس شاہجہان پور میں تین سال تدریس کرتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ پچیس روپے مشاہرہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے حیدرآباد گئے، پھر دارالعلوم ہی میں تشریف آوری ہوئی اور تا دم آخر ۱۳۷۷ھ تک دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے روحانی تزکیہ و تربیت کے لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت و خلافت حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین مدنی کی طرف عطا ہوئی۔ ہزاروں تشنگان علم نے آپ سے اپنی پیاس بجھائی۔ آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں: حضرت مولانا مفتی شفیع، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا صوفی عبدالحمد سواتی، تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی درسی کتابوں کے حواشی تحریر فرمائے جن میں حاشیہ نور الایضاح (فارسی) حاشیہ کنز الدقائق، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ دیوان منتہی، حاشیہ دیوان حماسہ، حاشیہ تلخیص المفتاح شامل ہیں۔

شیخ الادب ممتاز مدرس عالم دین، علوم و فنون میں یکتا روزگار اور باخدا شخصیت تھے۔ آپ بے شمار خداداد امتیازی صفات کے ساتھ تشنگان علم و عرفان میں زندگی بھر وراثت نبوی تقسیم فرماتے رہے۔ حضرات شیخین دامت برکاتہم کی یہ خوش نصیبی تھی کہ دونوں قابل فخر بھائیوں کو شیخ الادب کے علم و عرفان سے خوشہ چینی کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرات شیخین دامت برکاتہم نے آپ سے ابوداؤد شریف مکمل، ترمذی شریف جلد ثانی اور شامل ترمذی پڑھنے کی سعادت حاصل کی، جب کہ حضرت مدنی کی گرفتاری کے بعد بخاری شریف اور ترمذی شریف کا بقیہ حصہ بھی حضرت شیخ الادب سے پڑھا۔ مفسر قرآن

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۴) اپریل ۲۰۰۹ _____

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اپنے عظیم استاذ کی نمایاں صفات کے بارے میں فرماتے ہیں: ”آپ کی یہ ایک نمایاں خوبی تھی کہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے اور سلام کرنے میں کسی دوسرے کو پہل نہیں کرنے دیتے تھے۔ آپ کی یہ صفت بھی نمایاں تھی کہ نہ تو آپ پان کھاتے تھے اور نہ کبھی کھل کھلا کے ہنستے تھے۔ وقت کے سخت پابند تھے، جونہی ان کے پیریڈ کی گھنٹی بجتی، کھٹ سے کلاس میں داخل ہو جاتے، ادھر جب وقت ختم ہونے کی گھنٹی سنتے، جولوفظ منہ میں ہوتا اسے بھی چھوڑ کر جماعت سے باہر چلے جاتے۔ وقت کی قدر و قیمت سے آپ بخوبی آشنا تھے۔ وقت کی اہمیت کے متعلق آپ کا یہ فرمان بامقصد زندگی گزارنے والوں کے لیے باعث تقلید ہے: ”جو زمانہ گزر چکا، وہ ختم ہو چکا، اس کو یاد کرنا عبث ہے اور آئندہ زمانہ کی طرف امید کرنا بس امید ہی ہے۔ تمہارے اختیار میں تو وہی تھوڑا وقت ہے جو اس وقت تم پر گزر رہا ہے۔“

امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ واں پھر انوی

حضرت مولانا حسین علی بن محمد بن عبداللہ ۱۲۸۳ھ میں واں پھر اں ضلع میانوالی کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم واں پھر اں کے قریب ایک موضع ”شادیا“ میں حاصل کی۔ ابتدائی صرف و نحو اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد حافظ میاں محمدؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد موضع ”سیلو ہال“ میں دیگر کتب پڑھیں اور فنون کی تمام اونچی کتابیں مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے پڑھیں۔ ۱۳۵۲ھ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہو کر حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔ ۱۳۵۳ھ میں عارف ربانی حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تفسیر پڑھی۔ ۱۳۵۴ھ میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحبؒ سے منطق، فلسفہ وغیرہ فنون کی تکمیل کی۔

مولانا حسین علی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا وسیع علم عطا فرمایا تھا۔ خصوصاً تفسیر اور علم حدیث و فقہ۔ علم کلام اور تصوف و سلوک میں بڑی وسیع دستگاہ رکھتے تھے اور بڑی ٹھوس علمیت اور استعداد کے مالک تھے۔ علم اسماء الرجال میں آپ کی نظر بڑی وسیع تھی۔ مختلف احادیث کی تطبیق میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ قرآن کریم کے ترجمہ اور مطالب بیان کرنے میں اور مضامین کے استخراج اور آیات اور سورتوں کا ربط بیان کرنے میں تو اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کا علاقہ ناخواندگی اور اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کے سبب شرک و بدعت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ نے اس بدعت زدہ ماحول میں برس برس کی محنت شاقہ سے توحید کی شمع روشن کی۔ آپ کی توحید باری تعالیٰ بیان کرتے ہوئے ایک بڑی علمی اور مؤثر بات یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”توحید اپنے بیان کے لیے کسی تمہید کی محتاج نہیں“۔ طلبہ دور دور سے استفادہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ خود کھیتی باڑی کرتے تھے اور طلبہ کے جملہ اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ آپ تقریباً ساٹھ برس مسند تریس پر رونق افروز رہے اور شمع ہدایت کو فروزاں کیے رکھا۔ آپ روحانی تربیت کے لیے حضرت خواجہ محمد عثمان درمائیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ سراج الدینؒ کی طرف رجوع کیا اور ان سے ہی خلافت حاصل کی۔ وقت کے یہ عظیم مصلح، مایہ ناز مفسر اور ممتاز محدث رجب ۱۳۶۳ھ میں اپنے رب رحیم اور مولائے رؤف سے جاملے۔

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم شریعت و طریقت دونوں کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنی ذات سے کبھی بھی ان کو جدا نہیں ہونے دیا۔ آپ اپنی علمی مجالس میں اپنے اکابر زاد اللہ فیوضہم کے متعلق اکثراً فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارے اکابر رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے ضرور وابستہ تھے“۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ ایک طرف علوم شرعیہ میں یکتا

روزگار تھے، وہاں وہ راہ سلوک و تصوف میں مینارہ نور بھی تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے سلسلہ نقشبندیہ میں پیر طریقت امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے شیخ نے آپ کی علمی و روحانی ترقی کو دیکھتے ہوئے آپ کو خلافت کی خلعت فاخرہ سے نوازا۔ آپ زندگی بھر اپنے شیخ کے روحانی فیض کو تقسیم کرتے رہے اور شرک و بدعت اور رسوم و رواج کے اندھیروں میں حق و صداقت کی شمع جلاتے رہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ آپ کے روحانی و مربی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن حکیم میں آپ کے استاد بھی تھے۔ آپ نے قرآن حکیم کے علوم و معارف اسی رجل مومن سے حاصل کیے۔ آپ قرآن حکیم کی تفسیر پڑھاتے ہوئے جا بجا اپنے شیخ کے تفسیری نکات پیش فرماتے، خاص طور پر ”ربط“ کے حوالے سے اپنے شیخ کی تصنیف ”بلغة الخیر“ ان فی ربط آیات الفرقان کا حوالہ ان الفاظ سے دیا کرتے تھے: ”ہمارے حضرت مرحوم، حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ اس کا ربط یوں بیان فرماتے تھے:“ حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ میں جب بیعت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت نے اپنے دست مبارک سے ”تختہ ابراہیمیہ“ کا ایک نسخہ مجھے عطا فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کا مطالعہ کرو اور اگر کوئی بات پوچھنی ہے تو پوچھ لو۔ چنانچہ میں نے ڈیڑھ گھنٹے میں اس کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات سے کچھ باتیں حضرت سے دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب عنایت فرمایا۔ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے ”تختہ ابراہیمیہ“ میں سلوک و تصوف اور حقائق و معارف کے اکثر مسائل نہایت ہی اختصار سے بیان کیے ہیں اور ان مسائل کو اس رسالہ میں درج کیا ہے جن پر باطنی تربیت کا مدار ہے۔

بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جون ۱۸۹۶ء کو موضع بھٹلہ ضلع مانسہرہ حضرت مولانا گل صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر کے ماحول ہی میں مکمل کی۔ ۱۹۱۰ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ دینی تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے پہلے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اس کے بعد صوبہ سرحد کے مشہور عالم مولانا رسول خان صاحب کی زیر نگرانی ۱۹۱۵ء میں مرکز حق دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ان دنوں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا غلام رسولؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد اسحاق کانپوری امتحان میں اول اور آپ دوم آئے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب جیسے عظیم اصحاب فضل و کمال آپ کے ہم سبق تھے۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے ارشاد پر معین مدرس دارالعلوم میں تدریس کی، پھر جمعیتہ علمائے ہند کی تنظیم کے لیے مولانا یوسف جوہنوریؒ کے ہمراہ پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور حیدرآباد دکن کی ایک ہندو ریاست میں دو سال تک بطور مبلغ اسلام تبلیغی خدمات انجام دیں۔ آپ نے ۱۹۳۱ء میں ہزارہ میں سیاسی کام کا آغاز کیا اور انگریز کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور اس کے نتیجے میں ۱۹۳۲ء کا پورا سال ایبٹ آباد اور بنوں کی جیلوں میں گزارا۔ جیل سے رہائی کے بعد ۱۹۳۳ء میں انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت سے نبرد آزما رہے۔ ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہو گئے اور مرزائیت کے خلاف تحریک میں زبردست حصہ لیا۔ پھر ۱۹۴۲ء میں انگریز بھرتی کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۶) اپریل ۲۰۰۹ _____

میں شریک ہو کر پورا سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیت علمائے اسلام کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کے مارشل لا اور ۱۹۶۲ء میں عائلی قوانین کی غیر شرعی دفعات کے خلاف ڈٹ گئے۔ ۱۹۷۱ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں عرب ممالک کا دورہ کیا اور ۱۹۷۲ء میں سرکاری حج وفد کے رکن کی حیثیت سے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔

بہر حال اس پیکر جرات و عزیمت نے ساری زندگی دینی خدمت کرتے ہوئے بارہا قید و بند، مقدمات، فاقہ کشی اور تکالیف کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ آپ نے زندگی کی جدوجہد کے تقریباً پچاس سال گزارے۔ آخری ایام میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۴ فروری ۱۹۸۱ء کی درمیانی رات ۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو بھہ میں عارضہ دل میں مبتلا ہو کر شب کو ساڑھے چار بجے خالق حقیقی سے جا ملے۔ زندگی کے آخری لمحات میں ’رب یسر ولا تعسر‘ کے الفاظ بار بار دہراتے رہے۔ اس کے بعد کلمہ طیبہ آواز سے پڑھتے ہوئے جھٹکے سے اپنا منہ قبلہ کی طرف کرتے ہوئے محمد رسول اللہ را بلند آواز سے پڑھا اور اسی لمحے آپ کی روح مبارک جسم سے جدا ہو گئی۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ حضرات شیخین کے ابتدائی اساتذہ میں سے ہیں۔ دونوں بھائیوں نے درس نظامی کی کتب کی ابتدا حضرت ہزارویؒ سے ہی کی۔ ۱۹۲۰ء میں حضرات شیخین کی والدہ محترمہ کے بعد آپ کے پھوپھی زاد بھائی سید فتح علی شاہ صاحبؒ آپ کو اور آپ کے برادر عزیز کو پڑھانے کے لیے اپنے ساتھ اپنے گاؤں ”لمی“ لے آئے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے ماموں محترم نور احمد خان مرحومؒ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے ان دونوں بیٹوں کو دینی تعلیم پڑھائیں اور یہ بات تاکید فرماتے تھے کہ ان دونوں بچوں کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی کی تعلیم سے ضرور آراستہ کریں۔ شاہ صاحب چونکہ خود باضابطہ مکمل عالم دین نہ تھے، اس لیے انہوں نے دونوں بھائیوں کو تحصیل علم کے لیے ملک پور (مانسہرہ) کے ایک دینی مدرسہ میں داخل کروا دیا جس کے مہتمم نگران حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تھے۔ حضرات شیخین نے ملک پور اور بھہ (مانسہرہ) میں آپ کے زیر سایہ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے علم نحو کی ابتدائی کتاب نحو میر اور مسائل دینیہ پر مشتمل مختصر ابتدائی کتاب تعلیم الاسلام حضرت ہزارویؒ سے ہی پڑھی۔

آپ اپنے استاد محترم کی جرات و شجاعت، حق گوئی و بے باکی اور تواضع و انکساری سے بے حد متاثر تھے۔ اکثر ان کی جرات اور حق گوئی و بے باکی کے واقعات طلبہ کو سناتے تاکہ ان کے اذہان و قلوب میں عظیم شخصیات کی صفات نقش ہوں اور وہ ان کے روشن کردار کو اپنے لیے قابل تقلید سمجھیں۔ حضرت ہزارویؒ اپنے دونوں قابل فخر تلامذہ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ اکثر مدرسہ نصرۃ العلوم تشریف لاتے اور ادارہ کی تعلیمی و تدریسی اصلاحی ترقی کو دیکھ کر انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے۔ حضرت ہزارویؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم کے قیام کا ابتدائی زمانہ دیکھا تھا۔ جہاں آج کل مدرسہ کی عظیم عمارت ہے، وہاں اس دور میں ایک بڑا تالاب ہوتا تھا۔ ابتدا میں اس تالاب کے کنارے مٹی وغیرہ ڈال کر مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ مسجد اور مدرسہ کے کمرے کچے ہوتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مرکز حق کو تعلیمی عروج عطا فرمایا تو مسجد اور مدرسہ کی عمارت پختہ تعمیر کی گئی۔ حضرت ہزارویؒ نے جب اس ترقی کو دیکھا اور مسجد اور مدرسہ میں وسعت دیکھی اور تعلیمی سرگرمیاں ملاحظہ کیں تو ایک موقع پر اپنی تقریر میں خوشی کا اظہار کرتے فرمایا: ”مولوی کو تو بس پاؤں رکھنے کی جگہ چاہیے، آگے سب کچھ بن جاتا ہے۔“ (باقی)